قبروں کی زیارت
اور
صاحب قبر سے فریاد

برنامج
وفرعها في السماء
دعوة للمساهمة في دعم
خمسة أنشطة للمكتب
بمبلغ خمسين ريال
توزع كالتالي :

- ١٠ كفالة داعية
- ١٠ رحلات تعليمية
- ١٠ صدقة جارية
- ١٠ تبرع عام
- ١٠ طباعة كتب

تألیف
شیخ الاسلام امام ابن تیمیة (رحمه الله)

ترجمة
ثمر صادق احمد حسين

نظر ثاني
محمد طاهر حنيف

COOPERATIVE OFFICE FOR CALL AND GUIDANCE IN AL-BATHA
(UNDER THE SUPERVISION OF THE MINISTRY OF ISLAMIC AFFAIRS)
P.B.No 20824 - Riyadh 11465 K.S.A.
Tel. 4030251 - 4083405 FAX. 4059387

71

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

قبروں کی زیارت

اور

صاحب قبر سے فریاد

تالیف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ

ثمر صادق احمد حسین

نظر ثانی

محمد طاہر حنیف

پیش کش

دفتر تعاون برائے دعوت و ارشاد- بطحاء- ریاض

سعودی عرب

ح المكتب التعاوني للدعوة والارشاد بالبطحاء ، ١٤٢٦هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

ابن تيمية، أحمد بن عبدالحليم

زيارة القبور والاستنجاد بالمقبور باللغة الاردية ./ أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية ؛ ثمر صادق . - الرياض ، ١٤٢٦هـ

١١٦ ص ؛ ١٢ × ١٧سم.

ردمك : ١ - ٧٧ - ٧٩٨ - ٩٩٦٠

١- المعاصي والذنوب ٢- الشرك بالله ٣- زيارة القبور

أ- صادق ، ثمر (مترجم) ب - العنوان

ديوي ٢٥٩,٤٤ ٣٨٩١ / ١٤٢٦

رقم الإيداع : ٣٨٩١ / ١٤٢٦

ردمك : ١ - ٧٧ - ٧٩٨ - ٩٩٦٠

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال کا مضمون

شیخ الاسلام امام احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو قبروں کی زیارت کرتا اور صاحب قبر سے اپنی یا اپنے گھوڑے اور اونٹ کی بیماری میں مدد طلب کرتا اور ان کے مرض کے ازالے کے لئے درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے آقا! میں آپ کی پناہ میں ہوں، آپ کے زیر سایہ ہوں، فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے، فلاں مجھے تکلیف پہنچانا چاہتا ہے، مزید کہتا ہے کہ صاحب قبر اس کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو مساجد، گوشۂ عبادت (جہاں صوفی یا بدعتی بیٹھ کر غیر مشروع عبادت کرتے ہیں) اور زندہ یا فوت شدہ پیر کے لئے پیسوں، اونٹوں، بکریوں، شمع اور تیل وغیرہ کی نذر مانتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرا لڑکا فلاں مصیبت سے نجات پا گیا تو میرے ذمے پیر کے لئے فلاں فلاں چیز واجب ہو جائے گی۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو مشکل وقت میں اپنے شیخ (پیر) کا واسطہ دے کر ثبات قلب چاہتا ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو اپنے پیر کے پاس آ کر اس کی قبر کو چھوتا، اپنے چہرے کو اس پر رگڑتا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے قبر کا مسح کر کے اپنے چہرے پر پھیرتا اور اس طرح کے دوسرے اعمال کرتا ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو اپنے پیر کے پاس حاجت روائی کی غرض سے آ کر کہتا ہے، یا فلاں! آپ کی برکت سے، یا یوں کہے کہ اللہ اور شیخ کی برکت سے میری فلاں ضرورت پوری ہوگئی۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو صوفیانہ نظمیں (جس میں ان کے بزرگوں اور روحانی پیشواؤں کے بارے میں ایسی منقبت، ثنا خوانی اور غلو ہوتا ہے کہ انہیں بشریت سے اٹھا کر خدائی صفات کا حامل بنا دیا جاتا ہے) پڑھتا، قبر کے پاس آ کر اس کی نقاب کشائی کرتا اور اپنے پیر کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔

اور اس شخص کے بارے میں بھی جو کہتا ہے کہ کائنات میں ایک قطب غوث جو جامع الوجود ہے (اس کی تفصیل اور تشریح آگے آ رہی ہے)

ہمیں فتویٰ دے کر اللہ کے ہاں ماجور ہوں اور بات تفصیلی تحریر کریں۔

جواب کی ابتداء

جواب:

الحمد للہ رب العالمین۔ جس دین کے ساتھ اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور جس کے ساتھ اپنی کتابیں اتاریں، اس دین (کی دعوت) یہ ہے کہ اللہ واحد کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں، اسی سے مدد طلب کی جائے، اسی پر بھروسہ کیا جائے اور اسی سے طلب نفع اور ازالۂ مصیبت کے لئے دعا کی جائے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿تَنزِيلُ ٱلْكِتَٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَكِيمِ ۝ إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ فَٱعْبُدِ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ۝ أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلْخَالِصُ ۚ وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ إِنَّ ٱللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِى مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ﴾

''اس کتاب کا اتارنا اللہ تعالیٰ غالب باحکمت کی طرف سے ہے، یقیناً ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے، پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرا دیں، یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا (سچا) فیصلہ اللہ (خود) کرے گا''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّ ٱلْمَسَـٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا﴾

(الجن: ١٨)

''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ﴾ (الأعراف: ٢٩)

''آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھو''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ (الإسراء: ٥٦، ٥٧)

''کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو، لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں

رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں، (بات بھی یہی ہے) کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے"

آخری آیت کی تفسیر کے متعلق سلف صالحین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کچھ لوگ حضرت مسیح و عزیر علیہما السلام اور فرشتوں کو پکارتے تھے تو اللہ نے کہا کہ وہ (بھی) تمہاری طرح میرے بندے ہیں اور تمہاری طرح میری رحمت کے امیدوار اور تمہاری طرح وہ بھی میرے عذاب سے ڈرتے اور میرا قرب تلاش کرتے ہیں۔ جب یہ حال ان لوگوں کا ہے جو انبیاء اور ملائکہ کو پکارتے تھے تو پھر ان کا کیا حال ہوگا جو ملائکہ اور انبیاء سے کمتر لوگوں کو پکارتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفَحَسِبَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَن يَتَّخِذُواْ عِبَادِى مِن دُونِىٓ أَوْلِيَآءَ ۚ إِنَّآ أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَٰفِرِينَ نُزُلًا﴾ (الکہف: ۱۰۲)

"کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ میرے سوا وہ میرے بندوں کو اپنا حمایتی بنالیں گے؟ (سنو) ہم نے تو ان کفار کی مہمانی کے لئے

جہنم کو تیار کر رکھا ہے“

اور فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سبأ: ۲۲، ۲۳)

”کہہ دیجئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکارلو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے“

اس طرح اللہ نے واضح کر دیا کہ اس کے سوا تمام مخلوقات میں سے جن کو پکارا جاتا ہے خواہ فرشتے ہوں یا انسان وغیرہ، یہ اللہ کی بادشاہت میں ذرہ برابر بھی مالک نہیں، نیز اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں بلکہ وہ

پاک ہے، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح بادشاہ کے معاونین اور حمایتی ہوتے ہیں، اس کے معاونین نہیں کہ اس کی مدد کریں، بیشک سفارش کرنے والے اس کی رضا کے بغیر سفارش نہیں کرسکیں گے، اس طرح اللہ نے شرک کی ساری قسموں کی نفی فرمادی۔

وہ اس طرح کہ جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ یا تو مالک ہوں گے یا نہیں، اور جب مالک نہیں تو وہ یا تو شریک ہوں گے یا نہیں اور جب شریک نہیں تو وہ معاون ہوں گے یا سائل اور طالب، پہلی تینوں قسمیں یعنی بادشاہت، شراکت اور معاونت کی تو نفی ہو چکی، باقی رہی چوتھی چیز تو اس کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

﴿مَن ذَا ٱلَّذِى يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ﴾ (البقرۃ: ۲۵۵)

''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے''

جیسا کہ مزید اللہ نے فرمایا:

﴿وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغۡنِي شَفَٰعَتُهُمۡ شَيۡـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ أَن يَأۡذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرۡضَىٰٓ﴾ (النجم: ۲۶)

"اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لئے چاہے اجازت دے دے"

اور اللہ نے فرمایا:

﴿أَمِ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ شُفَعَآءَۚ قُلۡ أَوَلَوۡ كَانُواْ لَا يَمۡلِكُونَ شَيۡـًٔا وَلَا يَعۡقِلُونَ ○ قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعٗاۖ لَّهُۥ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ﴾ (الزمر: ۴۳، ۴۴)

"کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) سفارشی مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ کہہ دیجئے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لئے ہے"

اور فرمایا:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ﴾ (السجدة: ٤)

''اللہ وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا، پھر عرش پر بلند ہوا تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾

(الأنعام: ٥١)

''اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا، اس امید پر کہ وہ ڈر جائیں''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ ٱللَّهُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا۟ عِبَادًا لِّى مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا۟ رَبَّٰنِيِّۦنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ○ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا۟ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ وَٱلنَّبِيِّۦنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِٱلْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ۷۹، ۸۰)

''کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت دے، یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ، تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب اور یہ نہیں (ہوسکتا) کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لینے کا حکم کرے، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد بھی تمہیں کفر کا حکم دے گا''

اس لئے جب اللہ نے فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے والوں کو کافر قرار دیا تو پھر ان کا کیا حال ہوگا جنہوں نے انبیاء کے علاوہ مشائخ اور دوسروں کو اپنا رب بنالیا ہے۔

تفصیلی بات یہ ہے کہ اگر بندے کی طلب کردہ چیز ایسے امور سے تعلق رکھتی ہے جس پر صرف اللہ ہی کو قدرت ہو جیسے کسی بندے کا، مریض آدمی یا جانور کے لئے شفا طلب کرنا یا اپنے قرض کی ادائیگی کی ایسے شخص سے درخواست کرنا جو مدد نہ کرسکتا ہو، یا اپنے اہل خانہ کی عافیت اور دنیا وآخرت کی مصیبت سے نجات طلب کرنا، یا اپنے دشمن کے خلاف مدد، اپنے دل کی ہدایت اور اپنے گناہوں کی مغفرت یا جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات چاہنا، یا حصول علم، فہم قرآن، اصلاح قلب، اپنے نفس کی پاکیزگی اور اخلاق کی درستگی وغیرہ کا سوال کرنا، ایسی ساری چیزیں صرف اللہ سے ہی مانگی جاسکتی ہیں اور بندے کے لئے جائز نہیں کہ کسی بادشاہ، نبی اور پیر سے (خواہ زندہ ہوں یا مردہ) کہے کہ میرے گناہوں کو معاف کردیں، میرے دشمنوں پر میری مدد فرمائیں، میرے مریض کو شفا دیں اور مجھے، میرے اہل اور جانور کو عافیت دیں اور اس طرح کے دوسرے سوالات۔ ان چیزوں کا

سوال جس نے بھی کسی بھی مخلوق سے کیا تو اس نے اپنے رب کے ساتھ شرک کیا اور وہ بعینہ انہیں مشرکوں جیسا ہوگا جو فرشتوں، انبیاء اور ان کی صورتوں پر بنائے جانے والے مجسموں کی عبادت کرتے ہیں اور بعینہ نصرانیوں جیسا ہوگا جو عیسیٰ اور ان کی ماں کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ (المائدة: ۱۱٦)

''اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ کے معبود قرار دے لو''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

(التوبة: ۳۱)

"ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے"

لیکن جن چیزوں پر بندہ قدرت رکھتا ہے تو بعض صورتوں میں اس سے مانگنا جائز ہے اور بعض میں نہیں، کیونکہ مخلوق سے سوال کبھی جائز ہوتا ہے کبھی ناجائز، اللہ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (الشرح: ۷، ۸)

"پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کو حکم دیا:

"جب سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ لوگوں

سے کچھ بھی نہ طلب کریں اسی لئے جب ان میں سے کسی کا کوڑا ان کے ہاتھ سے گر جاتا تو وہ کسی سے اٹھانے کے لئے نہیں کہتے، اور صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کے ستر ہزار لوگ جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے نہ (بغرض علاج) جسم کو داغتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز سے برا شگون لیتے ہیں''

استرقاء کے معنی ہیں کسی سے دم کروانا، اور یہ دعا کی ایک قسم ہے، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جو شخص اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ متعین کر دیتا ہے، جب بھی وہ شخص اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی''

مشروع دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے کہ ایک ان دیکھا شخص دوسرے غیر حاضر شخص کے لئے دعا کرے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

اپنے لئے درود پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اپنے لئے وسیلہ (وسیلہ جنت کا سب سے بلند مقام) طلب کرنے کو کہا، اور ہمیں بتایا کہ درود پڑھنے اور وسیلہ طلب کرنے کا کیا اجر ملتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے حدیث میں فرمایا کہ جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو وہی کلمات تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو۔ پس جس نے میرے لئے ایک بار رحمت (درود) طلب کی تو اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجے گا، پھر تم میرے لئے وسیلہ طلب کرو، وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندے کو ملے گا، اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ بندہ ہوں، پس جس نے میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کیا تو قیامت کے دن اسے میری شفاعت مل جائے گی۔

مسلمان کے لئے اپنے سے برتر و کمتر دونوں سے دعا طلب کرنا مشروع ہے، یقیناً ادنیٰ اور اعلیٰ سے دعا طلب کرنا ثابت ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو ادائیگی عمرہ کے لئے الوداع کہتے ہوئے فرمایا تھا:

''میرے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا''

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے لئے درود پڑھنے اور وسیلہ طلب

کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ جو میرے اوپر ایک بار درود پڑھے گا اللہ اس کے اوپر دس بار رحمت بھیجے گا اور جو شخص میرے لئے وسیلہ طلب کرے گا تو قیامت کے دن وہ میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے، درود اور وسیلہ کا مطالبہ ہمارے فائدے کے لئے کیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا ہے، ایک وہ جو کسی سے کوئی چیز اس کو فائدہ پہنچانے کے لئے مانگتا ہے، دوسرا وہ جو کسی سے کوئی چیز صرف اپنے فائدے کے لئے مانگتا ہے۔ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اویس قرنی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمر سے کہا کہ اگر تم ان سے اپنے لئے استغفار کرا سکو تو کرا لینا۔ اور صحیح میں ہے کہ ابو بکر اور عمر کے مابین کچھ رنجش تھی تو ابو بکر نے اپنے لئے عمر سے استغفار کرنے کے لئے کہا، (رنجش کی وجہ) حدیث میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک بار عمر پر سخت ناراض ہو گئے تھے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ بعض قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دم کرواتیں تو آپ ان پر دم کرتے۔

صحیحین میں ہے کہ لوگ جب قحط کا شکار ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے بارش طلب کرنے کے لئے کہا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور وہ سیراب ہو گئے۔ صحیحین میں یہ بھی ہے کہ عمر بن خطاب نے عباس کے ذریعے بارش طلب کی اور دعا کرتے ہوئے کہا، اے اللہ! ہم جب قحط زدہ ہوتے تو اپنے نبی کے ذریعہ تیرا قرب تلاش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل کر دیتا اور (اب) ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے واسطے سے تیرا قرب تلاش کرتے ہیں تو تو ہمیں سیراب کر، پھر وہ سیراب کر دیئے جاتے۔ سنن کی کتابوں میں ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ لوگ مشقت میں پڑ گئے ہیں، بال بچے بھوک میں مبتلا ہو چکے ہیں اور مال برباد ہو رہا ہے، اللہ سے ہمارے لئے دعا کریں، ہم اللہ کو آپ کے پاس سفارشی بناتے ہیں اور آپ کو اللہ کے پاس، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، سبحان اللہ! حتیٰ کہ اس کا یہ قول بد صحابہ کے چہروں سے عیاں ہو گیا، اور فرمایا: ''ویحک'' (یہ کلمہ عرب کسی بات پر ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے کہتے ہیں) اللہ کی سفارش کسی کے ہاں طلب نہیں کی جاتی، اللہ کی شان اس سے کہیں برتر ہے، اس کے اس قول کو کہ ''میں آپ کی

سفارش اللہ کے یہاں طلب کر رہا ہوں" صحیح قرار دیا، جبکہ اس کے اس قول کو کہ "اللہ کی سفارش آپ کے ہاں طلب کر رہا ہوں" باطل قرار دیا، کیونکہ شافع (سفارش کرنے والا) مشفوع (جس کے پاس سفارش کی جاتی ہے) سے سوال کرتا ہے، اور بندہ اپنے رب سے سوال کرتا اور اس کے پاس سفارش کا طالب ہوتا ہے، نہ کہ رب تعالیٰ بندے سے سوال کرتا اور اس کے ذریعہ سفارش چاہتا ہے۔

قبروں کی شرعی زیارت کا طریقہ

رہی بات قبروں کی شرعی زیارت کی تو زیارت کرنے والا پہلے میت سے سلام اور اس کے لئے دعا کرے، اس کی یہ دعا اس کی نماز جنازہ کے قائم مقام ہوگی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تعلیم دیتے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یہ دعا پڑھیں:

«السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ دَارِ قَومٍ، مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَمِنْكُم وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَا بَعْدَهُم».

''اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، اللہ ہم میں سے اور تم میں سے پہلے اور بعد میں جانے والوں پر رحم فرمائے، ہم اپنے اور تمہارے لئے عافیت

طلب کرتے ہیں، اللہ! تو ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کرنا اور ہمیں ان کے بعد آزمائش میں نہ ڈالنا"

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

"جو شخص کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا، پھر اس سے سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دینے کے لئے اس کی روح لوٹا دیتا ہے، اور اللہ متوفی مومن کے لئے دعا کرنے والے کو ثواب سے نوازتا ہے، جس طرح اس کی نماز جنازہ پڑھنے پر اسے ثواب بہم پہنچاتا ہے"

اسی لئے اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے لئے دعا اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا، اللہ نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ﴾ (التوبة : ٨٤)

"ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں"

مشروع زیارت میں زندہ شخص کو مردے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، نہ اس سے کچھ مانگنا ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے واسطہ سے تقرب حاصل کرنا، بلکہ اس میں تو زندہ شخص میت کو فائدہ بہم پہنچاتا ہے، جیسے اس کی نماز جنازہ پڑھنا۔ اللہ زندہ شخص کی دعا اور نیکی (جیسے اس کی طرف سے صدقہ وغیرہ) کے طفیل اس پر رحم فرماتا ہے، اور دعا کرنے والے کو بھی اس کے عمل کے سبب ثواب عنایت کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

> ''جب ابن آدم دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے۔ ۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ ایسا علم جس سے اس کی وفات کے بعد لوگوں کو فائدہ پہنچے ۳۔ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے''

✿ ✿ ✿

پہلی فصل:

اس شخص کا حکم جو کسی نبی یا نیک آدمی کی قبر پر سوال اور فریاد کرنے کے لئے آئے

جو شخص کسی نبی یا صالح آدمی کی قبر کے پاس آتا ہے یا جو شخص کسی قبر کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ وہ کسی نبی یا نیک آدمی کی قبر ہے حالانکہ ایسا نہیں، پھر اس سے سوال کرتا یا مدد طلب کرتا ہے تو اس کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں۔

پہلی قسم:

یہ کہ اس سے اپنی ضرورت کی ایسی چیز مانگے جس پر صرف اللہ ہی قادر ہے، جیسے اس سے اپنی یا اپنے جانور کی بیماری سے نجات طلب کرے یا اپنے قرض کی ادائیگی اور اپنے دشمن سے انتقام چاہے، یا اپنی اور اپنے افراد خانہ اور جانور کی عافیت طلب کرے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ صریح کفر ہے، ایسے آدمی

سے توبہ کرانی ضروری ہے، توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی گردن ماردی جائے گی۔

اگر یہ کہتا ہے کہ میں اس سے اس لئے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے بہ نسبت اللہ سے زیادہ قریب ہے تاکہ وہ میری ان امور میں شفاعت کرے، اور میں اس کے ذریعے اللہ کا قرب تلاش کرتا ہوں جس طرح بادشاہ کے حاشیہ برداروں اور مددگاروں سے اس کا قرب تلاش کیا جاتا ہے، پھر تو یہ مشرکوں اور نصرانیوں کے فعل جیسا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے علماء وزھاد کو سفارشی بناتے ہیں اور ان کی، اپنی ضرورتوں میں سفارش طلب کرتے ہیں، اور ایسا ہی اللہ نے مشرکوں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ﴾ (الزمر : ۳)

"(اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں"

اور اللہ نے فرمایا:

﴿أَمِ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ شُفَعَآءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا۟ لَا يَمْلِكُونَ شَيْـًٔا وَلَا يَعْقِلُونَ ۝ قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَـٰعَةُ جَمِيعًا ۖ لَّهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

(الزمر: ٤٣، ٤٤)

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں) کو سفارشی مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجئے! کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں، کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے، تمام آسمان اور زمین کا راج اسی کے لئے ہے، تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿مَا لَكُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَلِىٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ﴾

(السجدة: ٤)

”تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿مَن ذَا ٱلَّذِى يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ﴾ (البقرة: ٢٥٥)

"کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے"

اس طرح اللہ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان فرق کو واضح کر دیا، کیونکہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ عظیم شخص کے ہاں ان عظیم لوگوں کی سفارش چاہتے ہیں جو اس کی نگاہ میں عزیز ہوں، پھر وہ سفارشی اس سے سوال کرتا ہے اور وہ اسے طوعاً و کرھاً یا شرما حضوری اور محبت یا کسی اور سبب سے اسے پورا کر دیتا ہے، جبکہ اللہ کے ہاں کوئی سفارشی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا، اور نہ اس کی مشیت کے خلاف کچھ کر سکتا ہے، اور سفارش کرنے والے کی سفارش اللہ کی اجازت سے ہی ہوتی ہے، اور تمام کے تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں۔

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک متفق علیہ حدیث میں جس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، فرمایا:

”تم میں سے کوئی یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر، بلکہ یقین کے ساتھ سوال کرے، کیونکہ اللہ کو (دعاء قبول کرنے سے) کوئی روکنے والا نہیں“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ رب سبحانہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی اسے کسی چیز کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا جس طرح شافع مشفوع کو مجبور کردیتا ہے اور جس طرح سائل مسئول کو اصرار اور سوال سے مجبور کردیتا ہے، پس رغبت اللہ ہی کی طرف ہونی چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب﴾ (الشرح: ۷، ۸)

”پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا“

اور خوف اللہ سے ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾ (البقرة: ٤٠)

”اور مجھ ہی سے ڈرو“

اور فرمایا:

﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ﴾ (المائدة: ٤٤)

''اب تمہیں چاہئے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میرا ڈر رکھو''

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم دیا اور اسے ہماری دعا کی قبولیت کا سبب قرار دیا ہے۔

بہت سے گمراہ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ (بندہ) میری نسبت اللہ کے یہاں زیادہ قریب ہے اور میں اللہ سے دور، اس لئے اس کے واسطے کے بغیر اللہ کو پکارنا میرے لئے ممکن نہیں، تو یہی مشرکین بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرة: ١٨٦)

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں''

حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ نے کہا یارسول اللہ! ہمارا رب قریب ہے کہ اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ اسے آواز لگائیں، تو اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، اور صحیح میں ہے کہ وہ ایک سفر میں بآواز بلند تکبیر کہہ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، کیونکہ تم بہرے اور غیر حاضر کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ جس کو تم پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی سواری کی گردن سے بھی قریب ہے''

بیشک اللہ نے اپنے سارے نبیوں کو اپنے لئے نماز پڑھنے اور مناجات کرنے کا حکم دیا ہے نیز سب کو

﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ﴾ (الفاتحۃ: ٥)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''

کہنے کا حکم دیا ہے، اور یقیناً اللہ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہتے ہیں:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ﴾ (الزمر: ۳)

”(اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبے تک ہماری رسائی کرادیں“

پھر اس مشرک سے کہا جائے گا کہ اگر تم نے فلاں شخص کو اس خیال سے پکارا ہے کہ وہ تمہارے حال کو بہتر جانتا ہے، تمہاری مانگ پوری کرنے پر زیادہ قادر ہے اور تمہارے اوپر زیادہ مہربان ہے، پھر تو یہ گمراہی، نادانی اور کفر ہے، اور اگر تم یہ جانتے ہو کہ بیشک اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے، زیادہ قدرت رکھتا ہے اور زیادہ رحم فرماتا ہے تو تم اس سے سوال کرنے کے بجائے دوسروں سے کیوں سوال کرتے ہو؟ کیا تم وہ حدیث نہیں سنتے جسے امام بخاری وغیرہ نے جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سارے معاملات میں استخارہ سکھاتے جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی (دنیاوی) کام کرنے کا ارادہ کرے تو دو رکعت سنت ادا کرے، پھر یہ کہے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ، وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي، وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ».

''اے اللہ! تیرے علم کے ذریعہ میں بھلائی کا طلبگار ہوں، تیری قدرت کے ذریعہ میں قدرت کا طالب ہوں اور تیرے فضل عظیم کا میں سوالی ہوں کیونکہ تو قادر ہے میں نہیں، تو جانتا ہے میں نہیں اور تو علام الغیوب ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے

معاش، دین اور انجام کار کے اعتبار سے بہتر ہے تو میرے لئے اسے مقدر اور آسان بنا دے، پھر اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے معاش، دین اور انجام کے اعتبار سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور فرما دے اور مجھ کو اس سے دور، اور میرے لئے بھلائی کو جہاں کہیں ہو مقدر کر دے، پھر مجھے اس سے راضی کر دے۔"

راوی کہتے ہیں کہ پھر اپنے کام کا نام لے، بندے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کہے:

"تیرے علم کے ذریعہ میں بھلائی کا طلبگار ہوں، تیری قدرت کے ذریعہ میں قدرت کا طالب ہوں اور تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں"

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری بہ نسبت اللہ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ کے ہاں تم سے بلند درجہ ہے تو یہ حق ہے، مگر اس کلمۂ حق سے باطل مراد لیا گیا ہے، کیونکہ جب وہ تم سے اللہ کے ہاں زیادہ قریب اور تم سے بلند درجہ

والا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اسے تمہاری بہ نسبت زیادہ ثواب دے گا اور نوازے گا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب تم اسے پکارو گے تو اللہ تمہاری ضرورت کو زیادہ پوری کرے گا۔ بہ نسبت اس کے کہ اگر تم اللہ کو پکارو، کیونکہ تو اگر سزا کا مستحق ہے اور دعا کام نہ آ سکی (مثلاً وہ شخص جس میں سرکشی اور حد سے تجاوز ہے) تو نبی اور نیک آدمی بھی اللہ کی ناپسندیدگی کے خلاف تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی اللہ کی مبغوض چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اور اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ ہی رحمت اور قبول کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔

زندہ یا فوت شدہ شخص سے دعا کرانا

اگر تم یہ کہتے ہو کہ اگر اس نے اللہ سے دعا کی تو اللہ اس کی دعا کو تمہاری دعا سے بہتر قبول کرے گا تو یہ دوسری قسم ہے۔

دوسری قسم:

دوسری قسم یہ ہے کہ تم اس سے کام نہ طلب کرو اور نہ ہی اسے پکارو لیکن تم اس سے اپنے لئے دعا کراؤ جیسے تم کسی زندہ آدمی سے اپنے لئے دعا کرنے کو کہتے ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا طلب کرتے تھے تو یہ جائز ہے، جیسا کہ (اس کا بیان) پہلے گزر چکا ہے لیکن وفات شدہ انبیاء وصالحین وغیرہ سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے دعا کریں یا اپنے رب سے ہمارے لئے سوال کریں جائز نہیں کیونکہ ایسا صحابہ اور تابعین میں سے کسی

نے نہیں کہا ہے، نہ کسی امام نے اس کا حکم دیا ہے، اور نہ ہی ایسی کوئی حدیث وارد ہوئی ہے، بلکہ صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قحط کے شکار ہوئے تو عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش طلب کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ! جب ہم قحط زدہ ہوتے تھے تو اپنے نبی کے ذریعہ تیرا وسیلہ ڈھونڈھتے تھے تو تُو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، اور اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعہ تیرا قرب تلاش کرتے ہیں، اس لئے ہم پر بارش نازل فرما، تو ان پر بارش نازل ہو جاتی۔

لیکن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنے اور بارش طلب کرنے کے لئے نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ ہم آپ سے قحط کا شکوہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، اور نہ کسی صحابی نے ایسا کیا بلکہ یہ بدعت ہے جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، بلکہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آتے تو ان پر سلام پڑھتے، لیکن دعا کرتے وقت قبر کے روبرو ہو کر دعا نہیں کرتے بلکہ وہاں سے ہٹ کر قبلہ رو ہو کر اللہ وحدہ لاشریک سے دعا کرتے، جس طرح دیگر جگہوں پر اسے

پکارتے اوراس سے دعا کرتے ہیں۔

یہ اس لئے کہ مؤطا وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جانے لگے، اللہ کا سخت غضب ہوا ایسی قوموں پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا''

اور سنن میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری قبر پر میلے ٹھیلے نہ لگانا، اور میرے اوپر درود بھیجو جہاں کہیں رہو، بیشک تمہارا درود مجھ تک پہنچنے والا ہے''

اور صحیح میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا:

''اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنالیا''

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فعل سے متنبہ کیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر مسجد بنائے جانے کا خوف نہ ہوتا تو آپ

کی قبر کھلی جگہ میں ہوتی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو مسجد بنایا جانا پسند نہیں کیا۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت سے پانچ روز پہلے فرمایا:

''تم سے پہلے کے لوگ قبروں کو مسجد بنا لیا کرتے تھے، خبردار! قبروں کو مساجد نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں''

اور سنن ابوداود میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قبروں کی زیارت کرنے والیوں، اس پر مسجد بنانے والوں اور چراغاں کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو''

اسی لئے ہمارے علماء نے قبروں پر مسجد بنانے کو جائز قرار نہیں دیا اور کہا کہ قبر اور اس کے مجاوروں کے لئے کسی بھی چیز جیسے پیسہ، تیل، شمع اور جانور وغیرہ کی نذر ماننا جائز نہیں بلکہ تمام کی تمام نذر نافرمانی کی نذر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے تو اس کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہے تو اس کی نافرمانی نہ کرے'' (یعنی نذر توڑ دے)

معصیت کی نذر ماننے والے پر (اسے توڑنے کی صورت میں) قسم کا کفارہ ہے کہ نہیں؟ اس کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں۔اس لئے ائمہ سلف میں سے کسی نے نہیں کہا کہ قبروں کے پاس یا وہاں بنی ہوئی عمارتوں میں نماز پڑھنا بہتر یا مستحب ہے، اور نہ ہی یہ کہا کہ وہاں دوسری جگہوں کے مقابلے میں نماز پڑھنا اور دعا کرنا افضل ہے، بلکہ سارے علماء کا اتفاق ہے کہ مسجد اور گھر والی نماز قبروں کے پاس پڑھی جانے والی نماز سے بہتر ہے، خواہ وہ قبریں انبیاء اور صالحین ہی کی کیوں نہ ہو اور خواہ اسے درگاہ کہا جارہا ہو یا نہیں۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی چیزوں کو مسجدوں میں مشروع قرار دیا ہے، جبکہ درگاہوں میں نہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ﴾ (البقرة: ١١٤)

”اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کئے جانے کو روکے اور ان کو برباد کرنے کی کوشش کرے“

اور درگاہ کا نام نہیں لیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَٰكِفُونَ فِي ٱلْمَسَٰجِدِ﴾

(البقرۃ: ۱۸۷)

''اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو''

اور درگاہ نہیں کہا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِٱلْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا۟ وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الأعراف: ۲۹)

''آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ فَعَسَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ﴾

(التوبة : ۱۸)

"اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں"

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّ ٱلْمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا﴾

(الجن : ۱۸)

"اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی کی مسجد والی نماز، اس کے گھر اور بازار والی نماز سے پچیس گنا افضل ہے''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی، اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا''

رہی قبروں کی بات تو ان پر مسجد بنانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے، اللہ کے اس قول:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح: ۲۳)

''اور کہا انہوں نے کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (چھوڑنا)''

اس بارے میں بہت سے صحابہ اور تابعین نے جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح، طبرانی وغیرہ نے اپنی تفسیر اور وثیمہ وغیرہ نے قصص الأنبیاء وغیرہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام ہیں، ان کے مرنے کے

بعد لوگ ان کی قبروں کے مجاور بن بیٹھے، پھر ایک مدت گزر جانے کے بعد ان لوگوں نے ان کے مجسموں کو بت بنالیا۔ قبروں کی مجاوری اور اس کا مسح کرنا اور چومنا، اس کے پاس یا اس میں (اس پر بنائی گئی عمارتوں میں) داخل ہو کر دعا کرنا یہ سب چیزیں شرک اور بتوں کی عبادت کی بنیاد ہیں، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جانے لگے"

علماء کا اتفاق ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء و صالحین (خواہ صحابہ ہوں یا اہل بیت وغیرہ) کی قبروں کی زیارت کرے تو اسے نہ اس کا مسح کرنا چاہئے اور نہ ہی چومنا چاہئے، کیونکہ دنیا میں حجر اسود کے سوا کوئی ایسا پتھر یا جماد نہیں کہ جس کا چومنا مشروع ہو، صحیحین میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے (حجر اسود سے مخاطب ہو کر) کہا، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔

اس لئے باتفاق علماء کسی کے لئے خانہ کعبہ کے دونوں کونوں (جو حجر اسود

سے ملے ہوئے ہیں) یا خانہ کعبہ کی دیواروں، یا مقام ابراہیم اور بیت المقدس کی چٹان (جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسی جگہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ہوئی) یا کسی صالح اور نبی کی قبر کو بوسہ دینا مشروع نہیں۔ یہاں تک فقہاء نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر (جب یہ موجود تھا) ہاتھ رکھنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے، اسے امام مالک وغیرہ نے ناپسند کیا ہے کیونکہ یہ بدعت ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے جب عطا کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو ان سے علم ہی نہیں لیا، جبکہ امام احمد وغیرہ نے اس کی رخصت دی ہے کیونکہ ابن عمر نے ایسا کیا ہے۔ رہی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے مسح کی تو اسے سارے لوگوں نے ناپسند اور منع کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرک کے وسیلہ کو ختم، توحید کو ثابت اور اللہ کے لئے دین کو خالص کرنا چاہتے تھے۔

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی زندہ نیک آدمی سے ان کی زندگی میں مانگنے اور ان کی وفات کے بعد یا غیر موجودگی میں مانگنے کے مابین

فرق واضح ہوگیا، یہ اس لئے کہ ان کی زندگی اور موجودگی میں ان کی کوئی عبادت نہیں کرتا تھا، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور صالحین اپنی زندگی اور موجودگی میں کسی کو اجازت نہیں دیتے کہ ان کو شریک بنایا جائے، بلکہ اس سے منع فرماتے اور اس پر سزا بھی دیتے تھے، اس لئے عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے کہا:

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِي بِهِۦٓ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ﴾ (المائدۃ: ۱۱۷)

''میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو تو نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم لوگ اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے''

اور ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ماشاء اللہ وشئت (جو اللہ چاہیں اور جو آپ چاہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے مجھے اللہ کا شریک بنالیا؟ صرف اللہ ہی جو چاہے اور کہا کہ یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں، البتہ یہ کہو ماشاء اللہ ثم شاء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جو اللہ چاہے اور پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں، اور جب ایک چھوٹی بچی نے یہ کہا کہ ہمارے درمیان رسول اللہ ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں! تو آپ نے کہا کہ یہ نہ کہو، جو (پہلے) کہہ رہی تھیں وہی کہو، اور فرمایا کہ مجھے میرے مرتبہ سے بلند نہ کرنا، جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم کو بلند کر دیا تھا، میں صرف ایک بندہ ہوں، پس تم اللہ کا بندہ اور رسول کہو، اور جب لوگ آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ میری تعظیم اس طرح نہ کرو جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی نگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہیں تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ اسے وہ مکروہ سمجھتے تھے اور جب معاذ رضی اللہ عنہ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سجدہ کیا تو آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ سجدہ صرف اللہ کے لئے درست ہے، اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو دیتا کہ وہ اپنے خاوند کا سجدہ کرے، کیونکہ شوہر کا اس پر عظیم حق ہے۔ اور جب علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان زنادقہ (جو زبان سے دعوائے مسلمانی کریں مگر علی الاعلان عملاً اس کا ابطال کریں) کو لایا گیا جنہوں نے ان کے بارے میں غلو کرتے ہوئے الوہیت کا اعتقاد رکھ لیا تھا، تو علی رضی اللہ عنہ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم دیا۔

یہ رہا حال اللہ کے انبیاء اور اولیاء کا۔ جبکہ اپنے لئے غلو اور ناحق تعظیم کو، زمین میں فساد اور تکبر کا خواہش مند شخص ہی صحیح قرار دیتا ہے۔ جیسے فرعون اور اس کے ہم خیال اور گمراہوں کے پیر، جن کا مقصد زمین میں فساد و تکبر برپا کرنا، انبیاء و صالحین کے ذریعہ فتنے پھیلانا، ان کو رب ماننا اور ان کی غیر موجودگی اور مرنے کے بعد ان کو شریک بنانا، جیسا کہ عزیر و مسیح علیہما السلام کو شریک بنایا گیا۔

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک آدمی سے ان کی

زندگی اور موجودگی میں مانگنے اور ان کی غیر موجودگی اور مرنے کے بعد مانگنے کے درمیان کیا فرق ہے۔ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں سلف امت کے کسی بھی فرد نے انبیاء کی قبروں کے پاس نہ تو نماز اور دعا کو افضل قرار دیا ہے اور نہ ان سے سوال کیا ہے اور نہ ہی ان کی غیر موجودگی اور نہ ان کی قبروں کے پاس ان سے فریاد کی ہے اور اسی طرح کسی نے بھی ان کی قبروں پر (بھی) ڈیرہ نہیں ڈالا۔

یہ بڑا شرک ہے کہ آدمی فوت شدہ یا غائب شخص سے مدد طلب کرے (جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے) اور پریشانی کے وقت اس سے فریاد کرتے ہوئے کہے کہ اے فلاں سید! گویا کہ وہ اپنے قول سے حصول منفعت یا ازالہ ضرر چاہتا ہے، تو ایسا ہی نصاریٰ، عیسیٰ اور ان کی ماں نیز اپنے علماء اور عبادت گزاروں (درویشوں) کے بارے میں کہتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے افضل اور باعزت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور حق کو سب سے بہتر جانتے تھے، لیکن ان لوگوں نے ایسا کچھ نہ تو ان کی غیر

موجودگی میں کیا اور نہ ان کی موت کے بعد۔ یہ مشرکین شرک کے ساتھ جھوٹ کی بھی آمیزش کرتے ہیں، کیونکہ جھوٹ شرک کے ساتھ جڑا ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ﴾ (الحج: ۳۰، ۳۱)

"پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہیے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہیے اللہ کی توحید مانتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کے برابر قرار دی گئی ہے" یہ دو یا تین بار دہرایا

اور اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ﴾

(الأعراف: ۱۵۲)

''بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور ہم افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں''

اور خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿أَئِفْكًا ءَالِهَةً دُونَ ٱللَّهِ تُرِيدُونَ ○ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ (الصافات: ٨٦، ٨٧)

''کیا تم اللہ کے سوا گھڑے ہوئے معبود چاہتے ہو تو یہ (بتلاؤ) کہ تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے''

ان کا ایک جھوٹ یہ بھی ہے کہ ان میں سے کوئی اپنے شیخ کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یقیناً اگر مرید مغرب میں ہو اور شیخ مشرق میں، اور اس کا سرپوش ہٹ جائے تو شیخ اسے واپس ڈال دیتے ہیں، اور اگر پیر ایسا نہ کر سکیں تو وہ پیر ہی نہیں۔ شیاطین انہیں اسی طرح بھٹکاتے ہیں جس طرح بت پرستوں اور عربوں کو ان کے بتوں کے تعلق سے، اور کواکب اور شرک و جادو کے طلسم پرستوں کو بھٹکاتے رہتے ہیں، اور جس طرح شیاطین تاتاریوں، ہندوستانیوں

اور سوڈانیوں وغیرہ دوسرے مشرکوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اور ان سے ہمکلام ہوتے رہتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے، خاص کر سیٹی اور تالی سننے کے وقت، کیونکہ شیاطین ان پر اتر کر انہیں مصیبت میں مبتلا کردیتے ہیں جس طرح آسیب زدہ کو شدید غصہ، چنگھاڑ اور چیخ و پکار میں مبتلا کر دیتے ہیں، اور آسیب زدہ ایسی باتیں کرتا ہے جسے نہ وہ خود سمجھتا ہے اور نہ حاضرین، اور ایسا ہی ان گمراہ لوگوں کے ساتھ (بھی) پیش آسکتا ہے۔

✿ ✿ ✿

مرتبہ اور عزت کا واسطہ دے کر قرب تلاش کرنا

تیسری قسم:

تیسری قسم یہ ہے کہ آدمی کہے کہ اے اللہ! تو اپنے نزدیک فلاں کے مرتبے، یافلاں کی برکت یا فلاں کی عزت کے حوالے سے میرے لئے ایسا ایسا کردے، ایسا بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن صحابہ، تابعین اور امت کے سلف میں سے کسی سے منقول نہیں کہ وہ اس طرح کے واسطوں سے دعا کرتے تھے، اور جو میں بیان کر رہا ہوں اس کے بارے میں کسی (بھی) عالم کا (مجھے) کوئی قول نہیں ملا سوائے فقیہ محمد بن عبدالسلام کے، جن کے فتاوے میں میں نے دیکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے رتبہ کا حوالہ دینا کسی کے لئے جائز نہیں، بشرطیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے حدیث صحیح ہو۔ فتویٰ کی تفصیل یہ ہے کہ نسائی و ترمذی وغیرہ

نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو سکھلایا کہ جب دعا کرو تو کہو کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور تیرے نبی، نبی رحمت کے واسطے سے تیرا قرب تلاش کرتا ہوں۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اے رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت برائی کے لئے میں آپ کے واسطہ سے اپنے رب کا قرب تلاش کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرمالے۔ ایک جماعت نے اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی توسل پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ وسیلہ میں نہ مخلوق کو پکارا جاتا ہے اور نہ ان سے مدد مانگی جاتی ہے بلکہ اس میں ان کے رتبے کے حوالے سے اللہ سے دعا اور فریاد کی جاتی ہے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں یہ روایت آئی ہے کہ آپ نے نماز کے لئے جانے والے کے بارے میں کہا کہ وہ یہ کہے:

”اللهم إني أسألك إلخ“

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرنے والے کے حق اور اپنے مسجد جانے کے حق کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں نہ تو

ازراہ تکبر وغرور نکلا ہوں نہ ہی ریا ونمود کی خاطر بلکہ میں تو تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں، اس لئے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے آگ سے بچالے اور میرے گناہوں کو بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں''

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں سائل نے سوال کرنے والوں کے حق اور نماز کے لئے اپنی روانگی کے حق کا حوالہ دے کر اللہ سے سوال کیا اور اللہ نے اپنے اوپر حق لازم کرلیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ (الروم: ٤٧)

''ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔولًا﴾ (الفرقان: ١٦)

''یہ تو آپ کے رب کے ذمہ وعدہ ہے جو قابل طلب ہے''

اور صحیحین میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا، اے معاذ! جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟

کہا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں''

پھر آپ نے پوچھا کہ جانتے ہو ایسا کرنے پر بندوں کا اللہ پر کیا حق بنتا ہے؟

''ان کا حق اللہ پر یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے''

اور کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ اللہ پر یہ حق وہ حق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''جس نے شراب نوشی کی تو اللہ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرے گا، اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ قبول کر لیتا ہے، پھر اگر تیسری اور چوتھی بار پیتا ہے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے 'طینۃ الخبال' پلائے۔ پوچھا گیا کہ طینۃ الخبال کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جہنمیوں کا پیپ اور ان کے زخموں سے رسنے والا پانی''

دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اس (حدیث) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ان کی موت کے بعد اور غیر حاضری میں، توسل کا جواز نہیں ملتا بلکہ اس میں (صرف) ان کی زندگی اور موجودگی میں توسل کا جواز ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش طلب کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! جب ہم قحط کے شکار ہوتے تو اپنے نبی کے واسطے سے تیرا قرب تلاش کرتے تھے، تو تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا، اور (اب) ہم تیرے نبی کے چچا کے واسطے سے تیرا قرب تلاش کر رہے ہیں تو تو ہمیں بارش سے نواز، اور وہ بارش سے نواز دیئے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضاحت کر دی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قرب تلاش کرتے تو وہ سیراب کر دیئے جاتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ توسل طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ آپ سے درخواست کرتے کہ وہ ان کے لئے اللہ سے دعا کریں تو آپ ان کے لئے دعا کرتے اور وہ خود بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا کرتے تھے اور آپ کی شفاعت اور دعا کے ذریعہ تقرب چاہتے تھے،

جیسا کہ صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن ''دارالقضاء'' کے قریبی دروازے سے مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس آدمی نے کھڑے کھڑے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا، یا رسول اللہ! مال برباد ہو رہا ہے، ذرائع منقطع ہو چکے ہیں، اللہ سے دعا کریں کہ ہم سے بارش روک دے۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! ہمارے آس پاس بارش نازل فرما، ہم پر نہیں، اے اللہ! ٹیلوں پر، پہاڑوں پر، وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر۔ راوی کا کہنا ہے پھر بارش بالکل رک گئی اور ہم نکل کر دھوپ میں چلنے لگے۔ اس حدیث میں ہے کہ سائل نے یہ کہا کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں کہ بارش ہم سے رک جائے، اور صحیح میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوطالب کا یہ قول یاد آ رہا ہے، جب انہوں نے کہا تھا:

وأبيض يستقى الغمام بوجهه

ثمال اليتامى عصمة للأرامل

"وہ خوبصورت ہیں، آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے، یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے محافظ ہیں"

اس طرح استسقاء وغیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کا توسل اس طرح ہوتا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عباس رضی اللہ عنہ سے وسیلہ طلب کرتے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ اور بارش طلب کیا کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تو موت کے بعد، نہ غیر موجودگی میں اور نہ ہی ان کی یا ان کے علاوہ کسی اور کی قبر کے پاس بارش طلب کرتے، اسی طرح حضرت معاویہ نے یزید بن اسود الجرشی کے ذریعہ بارش طلب کی اور کہا، اے اللہ! ہم تیرے پاس اپنے بزرگ بندہ کے واسطے سے سفارش کے طالب ہیں، اے یزید! اپنے ہاتھ اللہ کی جانب اٹھایئے، انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اور ان لوگوں نے بھی دعا کی، پھر ان پر بارش نازل ہوئی۔

اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ نیک اور صالح لوگوں کے واسطہ سے بارش طلب کرنا مستحب ہے، خاص کر جب وہ آل بیت سے تعلق رکھتے ہوں تو اور

بہتر ہے، اور کسی عالم نے یہ نہیں کیا کہ توسل واستسقاء نبی اور نیک آدمی کے توسط سے ان کی موت کے بعد یا ان کی غیر موجودگی میں بھی مشروع ہے، اور نہ ہی اسے استسقاء اور استعانہ وغیرہ دیگر دعاؤں میں مستحب جانا ہے، کیونکہ دعا مغز عبادت ہے۔

عبادت کی بنیاد سنت اور اتباع ہے نہ کہ خواہشات اور بدعت، اور اللہ کی عبادت مشروع طریقے ہی سے کی جا سکتی ہے نہ کہ خواہشات اور بدعت کی بنیاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰٓؤُا۟ شَرَعُوا۟ لَهُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ ٱللَّهُ﴾ (الشوری: ۲۱)

''کیا ان لوگوں نے (اللہ کے) ایسے شریک (مقرر کر رکھے ہیں) جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿ٱدْعُوا۟ رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ﴾ (الأعراف: ۵۵)

''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر بھی اور چپکے چپکے بھی، واقعی اللہ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو دعا اور وضو میں حد سے گزر جائیں گے''

مصیبت اور خوف میں اپنے شیخ سے فریاد کرنے والے شخص کا حکم

جو شخص کسی مصیبت اور خوف میں اپنے شیخ سے فریاد کرتا ہے اور اس مصیبت میں اس سے ثابت قلبی چاہتا ہے تو یہ شرک اور نصاریٰ کے دین کے مثل ہے، اس لئے کہ صرف اللہ ہی رحمت عطا کرتا اور پریشانی دور فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ﴾ (یونس: ۱۰۷)

"اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنا والا نہیں اور اگر وہ تم کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں"

اور اللہ نے فرمایا:

﴿مَّا يَفْتَحِ ٱللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ﴾ (فاطر: ٢)

''اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کردے تو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ○ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ﴾ (الأنعام: ٤٠، ٤١)

''آپ کہیے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو، بلکہ خاص اسی کو پکارو گے، پھر جس کو تم پکارو گے اگر وہ

چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ گے"

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ (الإسراء: ٥٦، ٥٧)

"کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں (بات بھی یہی ہے) کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے"

تو اللہ نے واضح کر دیا کہ جن فرشتوں اور انبیاء وغیرہ کو پکارا جاتا ہے وہ نہ تو مشکل کشائی کی طاقت رکھتے ہیں نہ اسے ہٹانے کی۔

یہاں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ میں اپنے شیخ کو اپنا سفارشی بنانے کی خاطر پکارتا ہوں تو ان کی یہ پکار نصاریٰ کے حضرت مریم اور اپنے علماء و درویشوں کو پکارنے جیسی ہے، جبکہ مومن دین کو خالص رکھتے ہوئے اپنے رب سے امید رکھتا، اسی سے خوف کھاتا اور اسی کو پکارتا ہے۔ ہاں شیخ کا یہ حق ہے کہ مرید اس کے لئے دعا اور رحم طلب کرے۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے باعزت ہیں۔ صحابہ کرام آپ کے حکم اور مقام کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور سب سے زیادہ آپ کے مطیع تھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی سے یہ نہیں کہا کہ گھبراہٹ اور خوف کے وقت کہو یا رسول اللہ! وہ نہ آپ کی زندگی میں نہ وفات کے بعد ایسا کرتے تھے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ کے ذکر اور اسی سے دعا کرنے اور اپنے لئے درود پڑھنے کا حکم صادر فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُواْ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ○ فَٱنقَلَبُواْ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُواْ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ﴾ (آل عمران: ۱۷۳، ۱۷٤)

''وہ لوگ، کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اسی بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے (نتیجہ یہ ہوا کہ وہ) اللہ کی نعمت وفضل کے ساتھ لوٹے، انہیں کوئی برائی نہ پہنچی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی پیروی کی، اللہ بہت بڑے فضل والا ہے''

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ کلمہ (حسبي اللّٰه ونعم الوكيل) ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے آگ میں ڈالے جانے کے وقت کہا تھا، اور یہی کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے بھی کہا تھا جب لوگوں نے ان سے کہا کہ لوگ آپ کے خلاف

جمع ہو چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح میں مروی ہے کہ بے قراری کے وقت آپ یہ دعا پڑھتے تھے:

«لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ»

''اللہ عظیم و بردبار کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، عرش کریم کے مالک اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، عرش عظیم کے رب اور زمین اور آسمان کے مالک کے سوا حقیقت میں کوئی معبود نہیں''

اور روایت ہے کہ ایسی ہی دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اہل بیت کو سکھلائی۔

سنن میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ کہتے:

«يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ».

"اے زندہ رہنے والے، اے قائم رہنے والے! میں تیری ہی رحمت کے ذریعہ فریاد کر رہا ہوں"

اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہنا سکھلایا۔

«يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ أَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَلَا إِلَى أَحدٍ مِّنْ خَلْقِكَ».

"اے زندہ رہنے اور قائم رہنے والے! اے ارض وسماء کو وجود میں لانے والے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تیری ہی رحمت کے واسطہ سے فریاد کر رہا ہوں کہ میرے تمام امور درست فرما دے اور پلک جھپکنے تک بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کرنا اور نہ ہی کسی اور مخلوق کے"

صحیح ابی حاتم البستی اور مسند امام احمد میں ابن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کسی بندے کو غم وفکر لاحق ہوتی ہے تو کہتا ہے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، ابْنُ عَبْدِكَ، ابْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي وَغَمِّي».

"اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ میں جاری وساری ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ سراسر انصاف ہے،

میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا، یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا اپنی کسی مخلوق کو بتلایا، یا اپنے پاس علم غیب میں اپنے لئے خاص کر رکھا ہے، کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے رنج کے ازالے کا ذریعہ اور میرے فکر وغم کو دور کرنے کا باعث بنا دے"

تو اللہ اس کے غم وفکر کو دور کر دیتا اور اسے خوشی سے بدل دیتا ہے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم یہ سیکھ نہ لیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہر سننے والے کے لئے اس کا سیکھنا مناسب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے فرمایا کہ آفتاب و ماہتاب اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، کسی کی موت وزندگی کے سبب گرہن زدہ نہیں ہوتے، مگر اللہ نے اپنے بندوں کو (اس سے) ڈرایا ہے، سو جب تم گرہن دیکھو تو نماز، ذکر اور استغفار کی طرف بھاگ پڑو۔ اللہ نے مسلمانوں کو چاند و سورج کے گرہن کے وقت نماز، دعا، ذکر، گردن کی آزادی اور

صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے لیکن انہیں کسی مخلوق نہ فرشتے اور نہ ہی کسی نبی وغیرہ کو پکارنے کے لئے کہا، آپ کی سنت میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ خوف کے وقت مسلمانوں کے لئے صرف وہی عبادت مشروع ہے جس کے کرنے کا حکم ہے، جیسے اللہ سے دعا کرنا، اس کا ذکر کرنا، اس سے استغفار کرنا، نماز پڑھنا اور صدقہ وغیرہ کرنا۔ پھر کیسے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والا، اللہ اور اس کے رسول کی مشروع کردہ چیزوں سے اعراض کرتے ہوئے بدعت کی طرف مائل ہوسکتا ہے، جس کے لئے اللہ کی کوئی دلیل نہیں؟ یہ بدعت، مشرکوں اور نصاریٰ کے دین کے مثل ہے۔

پھر اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ایسا کرنے سے اس کی حاجت پوری ہوجاتی ہے اور اس کا شیخ اس کے سامنے پیش ہوجاتا ہے تو بت پرست اور ستارہ پرست وغیرہ مشرکین کے لئے بھی ایسی چیز ہوجاتی ہے جیسا کہ پہلے اور آج کے مشرکوں کے بارے میں بھی ایسا ہی منقول ہے (یعنی وہ بھی ایسا ہی کہتے ہیں)۔ اگر یہ (فاسد عقیدہ) نہ ہوتا تو بت پرستی وغیرہ نہ ہوتی، حضرت خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا:

﴿وَٱجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ○ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ﴾ (ابراهیم: ۳۵،۳٦)

”(اے اللہ) مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے، اے میرے پالنے والے معبود! انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا دیا ہے“

✿ ✿ ✿

ظہور شرک کی ابتداء

کہا جاتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد مکہ کی سرزمین میں سب سے پہلے عمرو بن لحي الغزاعی کے ذریعہ شرک کا ظہور ہوا، جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا، اسی نے سب سے پہلے سائبہ (وہ جانور جسے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے نہ سواری کے کام میں لایا جاتا ہے اور نہ بار برداری کے کام میں) کا رواج دیا اور دین ابراہیمی کو بدلا۔ وہ شام گیا تھا جہاں بلطاء کے (علاقے) میں اسے کچھ بت ملے جن کے بارے میں وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ان بتوں سے انہیں فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ان کی مشکلیں دور ہوتی ہیں تو یہ اسے مکہ لے آیا اور عربوں کے لئے شرک و بت پرستی کی بنیاد ڈال دی۔

وہ امور جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے جیسے شرک ، جادو، قتل، زنا، جھوٹی گواہی اور شراب نوشی وغیرہ، دیگر

محرمات جن میں نفس کو رغبت ہو سکتی ہے اور جن میں وہ منفعت یا دفع بلا سمجھتا ہے، اگر ایسی بات نہ ہوتی تو نفوس ان محرمات کے مرتکب ہی نہ ہوتے جن میں کسی بھی حال میں فائدہ نہیں، ان محرمات میں لوگوں کے واقع ہونے کا سبب جہل اور حاجت ہے کیونکہ ایک چیز کی قباحت اور عدم جواز کو جاننے والا اس کا مرتکب کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور جو لوگ ان امور کے مرتکب ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کبھی جہالت کی وجہ سے جس میں فساد ہوتا ہے اور کبھی ضرورت کی وجہ سے، جس کی اسے نفسانی خواہش ہوتی ہے حالانکہ بسا اوقات ضرر لذت سے بڑھ کر ہوتا ہے، لیکن جہل اور خواہشات نفس کے غلبہ کے سبب (اس کے نقصان سے) نابلد ہوتے ہیں اور پھر اس کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ عام طور سے خواہشات نفس میں ڈوبا ہوا انسان ایسا ہو جاتا ہے گویا اسے حقیقت کا کچھ علم ہی نہیں، کیونکہ کسی چیز کی محبت انسان کو گونگا و بہرہ بنا دیتی ہے۔

اسی لئے عالم اللہ سے ڈرتا ہے، ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے اس قول کے بارے میں

دریافت کیا:

﴿إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ﴾ (النساء: ١٧)

"اللہ تعالیٰ صرف انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر ڈالیں، پھر جلد اس سے باز آ جائیں اور توبہ کرلیں تو اللہ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے"

تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا ہر نافرمان جاہل ہے، اور جس نے موت سے پہلے توبہ کرلی تو اس نے جلد ہی توبہ کی، یہ تفصیل کا موقع نہیں کہ منہیات کی بیشتر خرابیاں اور مامورات کے بہترین فائدے بیان کئے جا سکیں، بلکہ مومن کے لئے یہ جاننا ہی کافی ہے کہ اللہ نے احکام کا پابند سراسر یا غالب فائدہ کی بنیاد پر بنایا ہے اور اسی طرح جن چیزوں سے منع کیا ہے تو وہ بھی سراسر یا غالب خرابی کے سبب ہے۔

اور یہ کہ اللہ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ اس کا ضرورتمند ہے اور جن چیزوں سے روکا ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ بندوں پر

بخیل ہے، بلکہ اس لئے حکم دیا ہے کہ اس میں ان کا فائدہ ہے، اور منع اس لئے کیا کہ اس میں ان کا نقصان ہے، اسی لئے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان فرمایا:

﴿يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾

(الأعراف: ۱۵۷)

”وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں“

✿ ✿ ✿

قبر کو مسح کرنے، اسے چومنے اور اس پر رخسار رگڑنے کے فتویٰ کا بیان

رہی بات قبر کے مسح (خواہ قبر کسی کی بھی ہو)، اسے چومنے اور اس پر رخسار رگڑنے کی، تو اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے اگرچہ وہ قبر کسی نبی ہی کی کیوں نہ ہو، اور سلف امت اور ائمہ میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا ہے بلکہ یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا﴾ (نوح: ۲۳، ۲٤)

''اور کہا انہوں نے کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (چھوڑنا) اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا)

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام ہیں جن کی

قبروں پر لوگ ایک مدت تک جمے رہے، پھر جب ان پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا تو انہوں نے ان کے مجسمے بنا لئے۔ اس کا ذکر اور اس کے شرک ہونے کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اور بدعت والی زیارت (جس کے قائلین نے نصرانیوں کی مشابہت اختیار کر لی ہے) اور شرعی زیارت کا فرق ہم نے واضح کر دیا ہے۔

✿ ✿ ✿

بڑے پیروں کے پاس سر رکھنے اور زمین چومنے کا بیان

بڑے پیروں کے پاس سر رکھنے یا زمین بوسی وغیرہ کے ممنوع ہونے کے بارے میں علماء کے درمیان کوئی نزاع ہی نہیں، بلکہ غیر اللہ کے لئے پیٹھ بھی جھکانا منع ہے۔ مسند وغیرہ میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ جب شام سے لوٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاذ! یہ کیا کر رہے ہو، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے شام میں لوگوں کو اپنے اسقف (نصاریٰ کے علماء کا ایک عہدہ) اور بطریقوں (یہودی علماء) کا سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ایسا ہی وہ انبیاء کے بارے میں کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں، اے معاذ! اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے کیونکہ اس کا عورت پر عظیم حق ہے، معاذ! مجھے بتاؤ اگر

تم میری قبر سے گزرو تو کیا اس کا سجدہ کرو گے؟ کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا: ہاں، ایسا مت کرنا، یا ایسا ہی کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے سبب صحابہ کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری اس طرح تعظیم نہ کرو جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں، اور فرمایا کہ جو اس بات سے خوش ہو کہ لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے، چونکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اس لئے انہیں کھڑے ہونے سے منع فرمایا (اگرچہ وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے) تاکہ ان کی اپنے عظماء کے لئے کھڑے ہونے والوں سے مشابہت نہ ہو جائے اور بیان فرمایا کہ اپنے لئے قیام پر خوش ہونے والا اہل جہنم میں سے ہو گا۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے سجدہ کرنے، سر جھکانے اور دست بوسی کی کیسے اجازت دے سکتے ہیں؟ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جو زمین پر اللہ کے خلیفہ تھے، انہوں نے اپنے کچھ درباریوں کو مکلّف کر رکھا تھا کہ وہ آنے والوں کو زمین بوسی سے منع کریں اور ایسا کرنے پر ان کی سرزنش کریں۔

بہر حال، اٹھنا، بیٹھنا، رکوع اور سجدے کرنا معبود واحد کا حق ہیں، جو خالق ارض وسما ہے۔اور جو حقوق خالص اللہ کے لئے ہیں اس میں دوسروں کا کوئی حصہ نہیں، جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جسے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے''(متفق علیہ)

اور فرمایا:

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا''

اس لئے ساری عبادتیں اللہ واحد کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ﴾

(البينة : ٥)

''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین

پر، اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں، یہی ہے دین سیدھی ملت کا''

اور صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اللہ تمہارے لئے تین چیزوں سے راضی ہے، ۱- یہ کہ اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ۲- یہ کہ اللہ کہ رسی (قرآن وحدیث) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو، ۳- یہ کہ اللہ نے جن کے معاملات کا تمہیں والی بنایا ہے ان کی خیر خواہی کرو''

اور دین کو اللہ کے لئے خالص کرنا ہی اصل عبادت ہے''

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر و پوشیدہ، چھوٹے بڑے (ہر قسم) کے شرک سے منع فرمایا ہے، یہاں تک کہ آپ نے تواتر کے ساتھ مختلف الفاظ میں آفتاب طلوع اور غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے، کبھی یہ فرمایا کہ عمداً طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھو، اور کبھی یہ فرمایا کہ جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے نماز فجر کے بعد (دوسری) نماز نہ پڑھو، اور نہ عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور کبھی

یہ فرمایا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان کی دو سینگوں کے بیچ سے طلوع ہوتا ہے، اس وقت کفار اس کا سجدہ کرتے ہیں، اس لئے آپ نے اس وقت نماز پڑھنے سے منع فرمادیا، کیونکہ اس میں مشرکوں سے مشابہت ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اس وقت سورج کا سجدہ کرتے ہیں، یقیناً شیطان اس وقت اپنی سینگ سورج کے سامنے کر لیتا ہے تاکہ اس کا سجدہ ہو، تو پھر وہ عمل کیسے جائز ہوسکتا ہے جس میں شرک اور کافروں سے مشابہت اور بھی واضح ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اہل کتاب کو مخاطب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ٦٤)

”آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی

عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں، نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں، پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو آپ کہہ دیں کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں''

چونکہ اس میں اہل کتاب کی مشابہت ہے جو اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب بناتے ہیں، اس لئے ہمیں ایسی چیزوں سے منع کیا گیا ہے، اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور آپ کے صحابہ اور ان کی اچھی طرح سے اتباع کرنے والوں کی ہدایت سے منہ موڑتے ہوئے ایسی چیزوں کی پیروی کرے جو نصرانیوں کے طور طریقے پر ہو تو اس نے واقعی اللہ اور اس کے رسول کا حکم ٹھکرادیا۔

رہا کہنے والے کا یہ کہنا کہ ''اللہ اور آپ کی برکت سے'' میری حاجت پوری ہوگئی تو یہ بات غلط ہے کیونکہ ایسی چیزوں میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کیا جاسکتا، یہاں تک کہ ایک کہنے والے نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ جو اللہ چاہیں اور آپ چاہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا؟ بلکہ صرف اللہ جو چاہے۔ اور آپ

نے صحابہ سے کہا یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں، ہاں یہ کہو جو اللہ چاہیں پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں۔ حدیث میں ہے کہ بعض مسلمانوں نے ایک کہنے والے کو دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ تم کتنی اچھی قوم ہوتے اگر شرک نہ کرتے یعنی تم لوگ اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو، کیونکہ تم لوگ ماشاء اللہ وشاء محمد (جو اللہ چاہیں اور جو محمد چاہیں) کہتے ہو تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کہنے سے منع فرمادیا۔ زید بن خالد سے صحیح میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی بارش کے بعد حدیبیہ میں فجر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا کہ جانتے ہو کہ تمہارے رب نے اس رات کو کیا کہا؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کہتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگوں نے مجھ پر ایمان کی حالت میں اور کچھ نے کفر کی حالت میں صبح کی، جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل ورحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لایا اور نچھتروں کا انکار کیا، اور جس نے یہ کہا کہ ہم پر فلاں فلاں نچھتر کے ذریعہ بارش ہوئی تو اس نے میرا کفر کیا اور نچھتروں پر ایمان لایا۔ رہے وہ اسباب جنہیں اللہ نے

اسباب بنایا ہے وہ اللہ کے شریک، ہمسر اور مددگار نہیں ہو سکتے۔

کہنے والے کا یہ کہنا کہ "شیخ کی برکت سے" اگر اس سے اس کی مراد شیخ کی دعا ہو (اور سب سے جلد وہ دعا قبول ہوتی ہے جو کسی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں کی جائے) یا اس کی مراد اس خیر کی برکت ہو جس کا شیخ نے اسے حکم دیا یا سکھلایا ہو، یا اس سے اس کی مراد شیخ کا حق پر تعاون کی برکت اور دینی معاملات میں ان کی دوستی وغیرہ ہو تو پھر یہ سارے کے سارے مفہوم صحیح ہیں، اور کبھی اس سے اس کی مراد میت اور غائب شخص کے لئے شیخ کی دعا بھی ہو سکتی ہے، اس صورت میں اس دعا کی تاثیر میں شیخ کو مستقل سمجھنا یا ان کا فعل قرار دینا جس سے وہ خود عاجز ہیں اور اس کی طاقت نہیں رکھتے، یا مقصود شیخ نہیں بلکہ ان امور میں ان کی اطاعت و پیروی ہو تو یہ سب بدعات و منکرات وغیرہ غلط معانی ہیں، اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے فضل ورحمت سے اللہ کی اطاعت کا عمل اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لئے دعا کرنا اور اسی طرح کے دیگر عمل دنیا اور آخرت میں فائدہ مند ہیں۔

✿ ✿ ✿

قطب، غوث، جامع شخصیت کی حقیقت کا بیان

غوث، قطب اور جامع شخصیت کے بارے میں سائل کے سوال کے تعلق سے عرض ہے کہ لوگوں میں سے کچھ فرقے اس کے قائل ہیں اور دین اسلام میں اس کی غلط تفسیر کرتے ہیں، جیسے ان لوگوں مین سے بعض افراد کی یہ وضاحت کہ ''غوث'' وہ ہیں جن کے ذریعہ مخلوقات کو رزق اور فتح میں مدد ملتی ہے، حتیٰ کہ یہ بھی کہنے سے دریغ نہیں کرتے کہ فرشتوں اور سمندر کی مچھلیوں کی بھی وہی مدد کرتے ہیں، تو ایسا ہی عیسیٰ مسیح کے متعلق نصرانی بھی کہتے ہیں اور ایسا ہی علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو کرنے والے بھی کہتے ہیں، حالانکہ یہ صریح کفر ہے، ایسا کہنے والے سے توبہ کرائی جائے، قبول نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ مخلوقات میں سے نہ کوئی ایسا فرشتہ ہے اور نہ انسان، جس کے ذریعہ مخلوقات کی مدد ہوتی ہو، اس لئے

فلاسفہ ''عقول عشرۃ'' کے بارے میں جو کچھ کہتے اور گمان کرتے ہیں کہ وہ فرشتے ہیں اور (اسی طرح) نصاریٰ جو کچھ مسیح کے بارے میں کہتے ہیں، اس کے کفر صریح ہونے کے بارے میں مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

اسی طرح سے غوث سے مراد بعض لوگ کہتے ہیں کہ زمین میں ۳۱۵ کے آس پاس آدمی ہیں جنہیں ''النجباء'' کہتے ہیں، پھر ان میں سے ستر کو چھانٹ لیتے ہیں جو ''نقباء'' کہلاتے ہیں، پھر ان میں سے چالیس کو جو ''ابدال'' کہلاتے ہیں، پھر ان میں سے سات کو جو ''اقطاب'' کہلاتے ہیں، پھر ان میں سے چار کو جو ''اوتاد'' ہوتے ہیں اور پھر ان میں سے ایک کو جو ''غوث'' ہوتے ہیں، اور یہ مکہ میں مقیم ہیں، زمین والوں کو جب رزق و مدد میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ تین سو بندوں کے پاس بھاگتے ہیں، پھر وہ ستر کے پاس، ستر چالیس کے پاس، چالیس سات کے پاس، سات چار کے پاس اور چار ایک کے پاس۔ بعض لوگ تعداد نام اور مرتبوں میں حذف و اضافہ بھی کرتے رہتے ہیں (واضح رہے کہ مذکورہ اقطاب، ابدال وغیرہ صوفیاء کے روحانی پیشواؤں اور ان کے علماء کے القاب اور رتبے ہیں) کیونکہ اس کے متعلق ان کے متعدد اقوال ہیں، حتیٰ کہ بعض لوگ کہتے

ہیں کہ وقت کے غوث اور ان کے خضر کے نام آسمان سے کعبہ پر ایک سبز کاغذ اترتا ہے (یہ ان کے قول کے مطابق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ خضر بھی ایک مرتبہ ہے، اور ہر زمانے میں ایک خضر ہوتا ہے، اس کے بارے میں ان کے دو اقوال ہیں) یہ ساری باتیں جھوٹ ہیں، جس کی قرآن وسنت میں کوئی بنیاد نہیں، ایسا نہ تو امت کے سلف صالحین میں سے کسی نے کہا، نہ امت کے کسی امام نے اور نہ کسی قابل اقتداء پرانے بڑے عالم دین نے، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ ہمارے سردار رب العالمین کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اپنے زمانے کے سب سے بہتر لوگ تھے اور یہ لوگ مدینہ میں تھے مکہ میں نہیں۔

ان قائلین میں سے بعض نے مغیرہ بن شعبہ کے غلام ہلال کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ وہ سات ''اقطاب'' میں سے ایک ہیں، لیکن باتفاق علماء یہ حدیث باطل ہے، اگر چہ ابو نعیم نے ''حلیۃ الأولیاء'' میں اور شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمی نے اپنی بعض تصانیف میں ایسی کچھ روایتیں نقل کی ہیں، مگر اس سے دھوکہ نہ کھانا کیونکہ اس میں صحیح، ضعیف، موضوع اور جھوٹی سب قسم کی حدیثیں ہیں، جن کے موضوع اور جھوٹ ہونے کے بارے میں علماء

کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور کبھی یہ لوگ بعض ان محدثین کے طرز پر حدیثیں روایت کرتے ہیں جو صحیح اور باطل کی تمیز کیے بغیر سنی ہوئی روایتوں کو نقل کر دیتے ہیں اور (اکثر) محدثین بے تحقیق ایسی روایتیں نہیں بیان کرتے، کیونکہ صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا:

''جس نے میرے حوالے سے کوئی حدیث بیان کی، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے''

اجمالاً تمام مسلمانوں نے جان لیا ہے کہ ان پر جو کچھ خوف و رغبت میں آفتیں پیش آتی ہیں، جیسے استسقاء کے وقت نزول رزق کے لئے دعا کرنا، سورج و چاند گرہن کے وقت دعا کرنا اور مصیبت ٹلنے کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنا وغیرہ، تو ایسے وقت میں وہ صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی کو پکارتے ہیں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مسلمان اپنی حاجت روائی کے لئے اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کی جانب متوجہ ہوں، بلکہ مشرکین بھی اپنی جاہلیت میں بلا واسطہ اللہ کو پکارتے تھے اور اللہ ان کی بات قبول بھی کرتا تھا۔ تم کیا سمجھ رہے ہو کہ توحید اور اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی دعا بغیر اس واسطہ کے قبول نہیں کرے گا؟ جس پر اللہ نے

کوئی سند نہیں اتاری۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَآ إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُۥ﴾ (يونس: ١٢)

''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے، لیٹے بھی، بیٹھے بھی کھڑے بھی، پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے اپنی تکلیف کے لئے جو اسے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فِى ٱلْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّآ إِيَّاهُ﴾ (الإسراء: ٦٧)

''اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں، صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ○ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ﴾ (الأنعام: ٤٠، ٤١)

”آپ کہیے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آ پڑے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو بلکہ خاص اسی کو پکارو گے، پھر جس کے لئے تم پکارو گے اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو اب سب کو بھول بھال جاؤ گے“

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَٰهُم بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ○ فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام: ٤٢، ٤٣)

''اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے گزر چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے، سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ اظہار عجز کر سکیں، سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر دیا''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے لئے نماز کے ذریعہ اور اس کے بغیر بھی بارش طلب کی اور انہیں استسقاء و سورج گرہن کی نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں خوب لمبی دعا کرتے اور دشمنوں پر مدد طلب کرتے، ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین، ائمہ دین اور مسلمانوں کے علماء بھی کرتے آئے ہیں اور اب بھی اسی طریقے پر قائم ہیں۔

کہتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں، ۱- باب النصیریہ، ۲- منتظر الرافضۃ، ۳- غوث الجہال، نصیریہ جماعت کا اپنے ''باب'' کے بارے میں جو دعویٰ ہے کہ وہ دنیا کو قائم کئے ہوئے ہیں، یہ ''باب'' (محمد بن نصیر) نامی شخص موجود تو ہے مگر اس کے متعلق نصیریہ کا دعویٰ بالکل باطل

ہے، رہی بات محمد بن الحسن المنتظر کی جن کے غالی شیعہ منتظر ہیں [کہ وہ سرداب (زیر زمین مکان) سے نکلیں گے، جہاں وہ روپوش ہیں] اور مکہ میں مقیم غوث وغیرہ کی، تو یہ سب جھوٹ ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں۔

اور اسی طرح سے بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ قطب غوث جامع شخصیت، اولیاء اللہ کی مدد کرتے اور انہیں جانتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، تو یہ سب باطل باتیں ہیں، کیونکہ جب حضرت ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما سارے اولیاء اللہ کو نہ جانتے تھے نہ ان کی مدد کرتے تھے، پھر یہ گمراہ فریبی جھوٹے لوگ کیسے مدد کر سکتے ہیں؟ اولاد آدم کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے جن کو نہیں دیکھا تھا انہیں وضو کے نشان سے پہچان لیں گے، نشان سے مراد چہرہ اور ہاتھ پیر کی سفیدی ہے، آپ کی امت میں ایسے بہت سے اولیاء اللہ ہیں جنہیں صرف اللہ شمار کر سکتا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن انبیاء کے امام وخطیب ہوئے ان کی اکثریت کو نہیں پہچانتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (غافر: ۷۸)

''یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں
سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں
سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے''

اور حضرت موسیٰ نہ خضر کو پہچانتے تھے اور نہ خضر موسیٰ کو بلکہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے سلام کیا تو خضر نے کہا، اس جگہ اور سلام! تو موسیٰ نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں، پھر خضر نے کہا (اچھا) بنی اسرائیل والے موسیٰ! تو فرمایا ،ہاں! کیونکہ خضر کو ان کا نام اور ان کی خبر پہنچ چکی تھی ، اگر چہ ان کو نہیں پہچانتے تھے اور جس نے یہ کہا کہ خضر اولیاء کے سردار ہیں تو اس نے افترا پردازی کی۔

✿ ✿ ✿

خضر کی بابت قول فیصل

صحیح بات جس کے محققین قائل ہیں یہ ہے کہ خضر مر چکے ہیں اور انہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا، اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرور ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں پر جہاد واجب کیا تھا، اگر وہ (کہیں) ہوتے تو مکہ مدینہ میں ہوتے اور اگر وہ (موجود) ہوتے تو صحابہ کے ساتھ جہاد اور دین میں ان کی مدد کے لئے بدرجہ اولیٰ موجود ہوتے بہ نسبت اس کے کہ وہ کافر قوم کے پاس ان کی کشتی کی اصلاح کے لئے موجود ہوں نیز خیر امت سے اوجھل نہیں رہتے جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے جبکہ وہ مشرکوں کے بیچ میں تھے اور ان سے روپوش نہیں ہوئے۔

پھر مسلمانوں کو اپنے دین اور دنیا کے لئے ان کی اور ان جیسوں کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ انہوں نے اپنا دین اس ان پڑھ رسول نبی سے لیا

ہے جنہوں نے انہیں کتاب وحکمت سکھلائی اوران سے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ "اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو گمراہ ہو جاتے" اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو مسلمانوں کے رب کی کتاب (قرآن) اوران کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے، پھر اس کے بعد انہیں خضر وغیرہ کی کیا ضرورت رہی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور مسلمانوں کے ساتھ رہیں گے، اور فرمایا:

"وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کی ابتداء میں میں ہوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے"

جب یہ دونوں انبیاء کرام افضل رسولوں ابراہیم، موسیٰ اور نوح کے ساتھ ہیں (یعنی افضلیت میں) نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے سردار بھی ہیں، جب یہ لوگ اس امت کے عوام وخواص سے روپوش نہ رہے پھر وہ کیسے روپوش ہوسکتا ہے جوان سا نہ ہو، اور اگر خضر ہمیشہ زندہ رہتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کبھی کیوں نہ چھیڑا اور نہ اپنی امت کو بتلایا، اور نہ آپ کے خلفائے راشدین نے کسی کو بتایا۔

قائل کا یہ قول کہ خضر اولیاء اللہ کے سردار ہیں تو اس سے پوچھا جائے گا کہ انہیں کس نے سرداری سونپی ہے؟ جبکہ افضل اولیاء اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خضر ان میں سے نہیں۔ عام طور سے اس بارے میں جو حکایتیں بیان کی جاتی ہیں تو بعض تو جھوٹی ہیں اور بعض کسی آدمی کی ظن پر مبنی ہیں جیسے کسی نے کسی کو دیکھا اور اسے خضر سمجھ لیا اور کہا کہ وہ خضر ہیں، جیسے رافضہ کسی کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ وہی امام معصوم ہیں جن کا انتظار ہو رہا ہے، یا یوں ہی دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ جب ان سے خضر کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جس نے تمہیں غائب کا حوالہ دیا تو اس نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا، (دراصل) شیطان ہی نے لوگوں کی زبانوں پر یہ باتیں ڈال دی ہیں۔ دوسری جگہ ہم نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

✿ ✿ ✿

قطب اورغوث کو سب سے افضل کہنے کا حکم

اگر کہنے والا یہ کہتا ہے کہ ''قطب غوث جامع شخص'' وہ آدمی ہے جو اپنے زمانے میں سب سے بہتر ہے تو ایسا ممکن ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک زمانے میں دو تین آدمی افضلیت میں برابر ہوں اور یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر زمانے میں ایک ہی آدمی افضل ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بعض ناحیوں سے افضل ہو بعض سے نہیں اور یہ صورتیں یا تو ایک دوسرے کے قریب ہیں یا مساوی۔

پھر اگر کسی زمانے میں کوئی آدمی سب سے افضل ہو تب بھی اس کو قطب غوث جامع شخص کہنا بدعت ہے کیونکہ اللہ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری اور نہ سلف صالحین میں سے کسی نے کہا ہے اور نہ ہی سلف امت کے کسی امام نے، اگرچہ سلف صالحین بعض لوگوں کو اپنے زمانے کے افضل لوگوں میں سے سمجھتے رہے ہیں، لیکن ان کے ایسے نام نہیں رکھے جس کی اللہ نے کوئی

سند نہیں اتاری، خاص کر اس نام سے نسبت رکھنے والے بعض ایسے بھی ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پہلے قطب حسن بن علی بن ابی طالب ہیں (رضی اللہ عنہما) پھر یہ سلسلہ ان کے علاوہ متاخرین کے بعض مشائخ تک جا پہنچتا ہے۔ یہ قول نہ تو اہل سنت کے مذہب کے مطابق ہے اور نہ رافضہ کے قول کے موافق، پھر ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور انصار و مہاجرین میں سے پہلے سبقت لے جانے والے کہاں جائیں گے، جبکہ حسن رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سن تمیز و بلوغت ہی کو پہنچے تھے۔

اس عقیدے سے نسبت رکھنے والوں نے بعض اکابر شیوخ کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ قطب غوث اور جامع شخص کا علم اللہ کے علم اور ان کی قدرت اللہ کی قدرت سے مطابقت رکھتی ہے، سو جو کچھ اللہ جانتا ہے وہ بھی جانتے ہیں اور جس پر اللہ قادر ہے اس پر وہ بھی قدرت رکھتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی (علم و قدرت والے) تھے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسن تک منتقل ہوا پھر ان کے پیر صاحب تک جا پہنچا۔ میں نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ صریح کفر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ایسا دعویٰ کفر ہے، دوسروں کی بات ہی چھوڑو (یعنی

جب یہ عقیدہ رکھنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم اور قدرت اللہ کے علم اور قدرت کی طرح ہے، کفر ہے تو دوسرے عام لوگوں کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا تو اور بھی بڑا کفر ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّى مَلَكٌ﴾ (الأنعام: ٥٠)

''آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِى نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ ٱلسُّوٓءُ﴾ (الأعراف: ١٨٨)

''آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور

اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا''

اور فرمایا:

﴿يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَٰهُنَا﴾ (آل عمران: ١٥٤)

''کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کیے جاتے''

اور اللہ نے فرمایا:

﴿يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ مِن شَيْءٍ قُلْ إِنَّ ٱلْأَمْرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِ﴾ (آل عمران: ١٥٤)

''کہتے تھے کیا ہمیں بھی کسی چیز کا اختیار ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ کام کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے''

اور فرمایا:

﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا۟ خَآئِبِينَ ○ لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ﴾ (آل عمران: ١٢٧، ١٢٨)

"(اس امدادِ الٰہی کا مقصد یہ تھا کہ اللہ) کافروں کی ایک جماعت کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر ڈالے اور (سارے کے سارے) نامراد ہو کر واپس چلے جائیں، اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے یا عذاب دے، کیونکہ وہ ظالم ہیں"

اور اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ﴾ (القصص: ٥٦)

"آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے، ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے"

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ (النساء: ٨٠)

"اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ

کی فرماں برداری کی“

اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ﴾

(آل عمران: ۳۱)

”کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا“

اور حکم دیا کہ ہم ان کی تعظیم وتوقیر اور مدد کریں، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ حقوق عنایت کیے ہیں جنہیں اپنی کتاب اور سنت رسول میں واضح فرما دیا ہے یہاں تک کہ ہم پر (یہ بھی) واجب کر دیا ہے کہ ہم انہیں اپنی جانوں اور اہل وعیال سے بھی زیادہ محبوب جانیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ٱلنَّبِىُّ أَوْلَىٰ بِٱلْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (الأحزاب: ٦)

”پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں“

اور اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ﴾

(التوبة: ٢٤)

”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جسے تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ سے، اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے

نزدیک اس کے لڑکے، والدین اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں''

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یارسول اللہ! آپ میری جان کے سوا سب سے عزیز ہیں تو آپ نے فرمایا: نہیں، اے عمر! حتیٰ کہ میں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں، تو کہا کہ پھر آپ میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تب آپ نے فرمایا اب اے عمر! (تمہارا ایمان مکمل ہوا) اور فرمایا کہ جس میں تین چیزیں پیدا ہو جائیں تو ان کے ذریعہ وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔

۱- جس کی نگاہ میں اللہ اور اس کے رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

۲- اور انسان جس کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔

۳- اور جو شخص کفر میں لوٹنا، اس کے بعد کہ اللہ نے اسے وہاں سے نکال لیا ہے، ایسا ہی ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے ان حقوق کو بیان فرما دیا ہے جو صرف اسی کے لئے درست ہیں، اور اپنے رسول کے حقوق بھی، نیز مومنوں کے حقوق بھی جو ایک دوسرے کے تئیں (واجب) ہیں، ہم نے اس کے بارے میں دوسری جگہ تفصیلی کلام کیا ہے، اس کی مثال جیسے اللہ کا یہ قول:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ﴾ (النور: ۵۲)

"جو بھی اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں خوف الٰہی رکھیں، اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں"

پس اطاعت اللہ اور اس کے رسول (دونوں) کے لئے ہے، جبکہ خشیت اور تقویٰ صرف اللہ کے لئے۔ اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا۟ مَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ سَيُؤْتِينَا ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَرَسُولُهُۥٓ إِنَّآ إِلَى ٱللَّهِ رَٰغِبُونَ﴾ (التوبة: ۵۹)

”اگر یہ لوگ اللہ اور رسول کے دیئے ہوئے پر خوش رہتے اور کہہ دیتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے، اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی، ہم تو اللہ کی ذات ہی سے توقع رکھنے والے ہیں“

پس ”عطا کرنا“ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے جبکہ رغبت (توقع) صرف اللہ کے لئے۔ اور اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ (الحشر: ۷)

”اور تمہیں جو کچھ رسول دے، لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ“

کیونکہ حلال وہی ہے جو اللہ اور اس کا رسول حلال قرار دیں اور حرام وہ ہے جو اللہ اور اس کا رسول حرام کر دیں لیکن ”کافی ہونا“ صرف اللہ کے لئے ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ﴾ (آل عمران: ۱۷۳)

''اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے''

اور یہ نہیں کہا کہ اللہ اور اس کا رسول (دونوں) ہمارے لئے کافی ہیں۔

اور فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسۡبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ (الأنفال: ٦٤)

''اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو جو تیری پیروی کررہے ہیں''

یعنی اللہ تجھے کافی ہے اور ان مومنوں کو (بھی) کافی ہے جو تیری پیروی کررہے ہیں، اور قطعی طور پر اس آیت کا یہی معنی درست ہے، اس لئے حضرت ابراہیم و محمد علیہما السلام کا کہنا تھا:

﴿حَسۡبُنَا ٱللَّهُ وَنِعۡمَ ٱلۡوَكِيلُ﴾ (آل عمران: ۱۷۳)

''ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے''

اللہ رحمت بھیجے مخلوق میں سب سے بہتر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل اور اصحاب پر۔

فہرست

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد
وتوعية الجاليات في منطقة البطحاء
تحت إشراف
وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
ص . ب : ٢٠٨٢٤ الرياض : ١١٤٦٥
هاتف ٤٠٣٠٢٥١ - ١ - ٠٠٩٦٦
٤٠٣٠١٤٢
٤٠٣٤٥١٧
٤٠٣١٥٨٧
فاكس : ٤٠٥٩٣٨٧
هاتف وفاكس صالة المحاضرات بالبطحاء
٤٠٨٣٤٠٥ - ١ - ٠٠٩٦٦

COOPERATIVE OFFICE
FOR CALL AND GUIDANCE
IN AL-BATHA
UNDER THE SUPERVISION OF
MINISTRY OF ISLAMIC AFFAIRS.
ENDOWMENTS. PROPAGATION AND GUIDANCE
P.O.BOX : 20824 RIYADH: 11465
TEL: 00966-1-4030251
4034517
4031587
4030142
FAX: 4059387
Lecture hall. Tel. +Fax : 00966-1-4083405

زيارة القبور والاستنجاد بالمقبور

باللغة الأردية

مكتبة دار العلوم المحمدية

تاليف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمة

ثمر صادق احمد حسین

نظر ثاني

محمد طاهر حنيف

زيارة القبور والاستنجاد بالمقبور

باللغة الأردية

تأليف

شيخ الإسلام امام ابن تيمية (رحمه الله)

ترجمة

ثمر صادق احمد حسين

تصحيح ومراجعة

محمد طاهر حنيف

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالبطحاء
تحت إشراف وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
هاتف : ٤٠٣٠٢٥١ - ناسوخ : ٤٠٥٩٣٨٧ - ص.ب ٢٠٨٢٤ - الرياض ١١٤٦٥